NATIONAL PRESS URDU LITERATURE SERIES 13.

DEWAN-I-ZAUQ

BY

TALIB ALI

ALLAHABAD

RAM NARAIN LAL

BOOKSELLER AND PUBLISHER

1929

گذارش

اس دیوان کا اصل مقصد یہ ہے کہ حضرت ذوق اور ان کے تغزل کی نسبت پبلک بالعموم اور طبقہ طلبا، خاص طور پر صحیح رائے قائم کر سکے۔

اس میں خاقانی ہند خان بہادر شیخ محمد ابراہیم ذوق کے ضروری حالات ہیں، کلام کی اہم خصوصیات دکھائی گئی ہیں۔ معاصرین سے اور اردو کے قبل و بعد کے بعض شعرا سے دلچسپ موازنہ ہے۔

ذوق مرحوم کی غزلیں (بغیر کسی انتخاب کے) ہیں اور مطالع وافراد بھی درج ہیں جن کی تصحیح میں ذیل کے نسخے سے مدد لی گئی ہے۔

دیوان ذوق مرتبہ حضرت آزاد مطبوعہ لاہور۔

دیوان ذوق مطبوعہ نولکشور پریس ۱۹۰۷ء۔

انتخاب دیوان ذوق مرتبہ آنریبل جسٹس ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی مطبوعہ ۱۹۲۹ء

دیوان ذوق مرتبہ قمرالدین صاحب لکھنؤ ۱۹۳۷ء

موازنہ و تنقید بالکل ملیح زادہ ہیں صرف حالات و سوانح کی ترتیب میں حسب ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

(۱) آبحیات حضرت آزاد (۳) اے ہسٹری آف اردو لٹریچر بابو رام سکسینہ

(۲) دیوان ذوق مرتبہ حضرت آزاد (۴) ۱۲۶۱ھ میں اردو کا ایک مشاعرہ (رسالہ اردو ۱۹۳۲ء)

میں اس تمہید کو دو صاحبوں کے شکریہ پر ختم کرتا ہوں ایک تو محمد حفیظ صاحب سید ہیں جنھوں نے نہایت خندہ پیشانی سے اپنی کتابیں مجھے دیں اور معقول مشورے بھی دیئے دوسرے سبحان اللہ علامہ کیفی چریاکوٹی ہیں جنھوں نے کامل طور پر مدد فرمائی اور بہت سے گراں قدر مشورے دیئے۔

طالب الہ آبادی

دل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے مست ناز
جیسے مرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا

حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے
قصہ پہونچایا زبان دار پر منصور کا

عشق نے ڈالی تھی جب تعمیر محبت کی بنا
لکھدیا تھا کوہکن بھی نام اک مزدور کا

اس غزل پر ناسخ کی بھی غزل ہے جسکا ذکر ہو چکا ہے اسطرح گویا ذوق نے ناسخ اور آتش کی غزلوں پر طبع آزمائی کی ایک ہی غزل میں دونوں کا رنگ پیدا کیا اس لئے جب یہ غزل لکھنؤ پہونچی تو اہل فن نے بہت داد دی

اس کے بعد ذوق کو ان کے معاصرین سے مقابلہ کرکے دیکھئے کہ وہ کس چیز میں ان سے بالکل الگ معلوم ہوتے ہیں۔
ذوق کہتے ہیں۔

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی تری سب کے جواب میں

خط دیکھ کر وہ آئے بہت پیچ و تاب میں
کیا جانے لکھ دیا اسے کیا اضطراب میں

پینے بادۂ گلگوں کی ہیں ہو اے ذوق جوں سیہ
کی تو یہ ہے کہ ذوق نے ناحق شباب میں

ذوق کی اس غزل میں صرف آٹھ ہی شعر ہیں۔ ان کے

معاصرین نے دوغزلہ اور سہ غزلہ کہا ہے ان میں سے صرف وہ اشعار لئے گئے ہیں جو ان قوافی میں ہیں -

غالب -

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھینگے جواب میں

ہیں اور خط وصل خدا ساز بات ہے
جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں

شباب کے قافیہ میں غالب کا کوئی شعر نہیں حالانکہ دوغزلہ ہے

مومن

لیتے ہو تم کہ ہوں میں نہیں اضطراب میں
سارے گلے تمام ہوئے اک جواب میں

بے تاب منہ سے جلتے ہیں بے گریہ آنکھ سے
اجزائے دل کا حال نہ پوچھ اضطراب میں

ناکامیوں سے کام رہا عمر بھر ہمیں
پیری میں یاس ہے جو ہوس تھی شباب میں

مومن نے بھی دوغزلہ لکھا ہے

شیفتہ

پوچھی جو ہم نے وجہ ملاقات مدعی
اک عمر ہو گئی یونہی فکر جواب میں

اوس نے دم وداع کئے عہد التفات
افسوس میں نے تجھ نہ سنا اضطراب میں

مرنیکے بعد بھی کہیں شاید پتہ لگے
کھویا ہے ہم نے آپکو عہد شباب میں

شیفتہ نے اس پر سہ غزلہ لکھا ہے

آزردہ :-

میں اور ذوق بادہ کشی لے گئیں مجھے
یہ کم نگاہیاں تری بزم شراب میں

تحقیق ہو تو جانو کہ میں کیا ہوں قیس کیا
لکھا ہوا ہے یوں تو سبھی کچھ کتاب میں
یہ عمر اور عشق ہے آزردہ جائے شرم
حضرت یہ باتیں پھبتی ہیں عہد شباب میں

آزردہ صاحب کی پوری غزل نہ مل سکی نساخ نے صرف تین ہی شعر نقل کئے ہیں اسلئے وہ نقل کر دئے گئے تاکہ طبیعت کا موازنہ ہو جائے ایک شعر ان کا ایک خاص صنعت ہے کہیں شباب کے قافیہ کا موجود ہے۔ اب اس موازنہ پر ایک ناقدانہ نظر ڈالکر دیکھیں کہ کس نے کیا کہا ہے اور کہاں تک نہیں کہا ہے۔

ذوق نے اضطراب اور خاموشی کا مقابلہ کرکے سوال اضطراب پر خاموشی کا جواب اسطرح ادا کیا ہے جس سے حسن و عشق ناز و نیاز کی جیتی جاگتی تصویر کھینچدی ہے غالب نے جو کچھ کہا ہے دوسرے مصرعہ میں رفع ایہام نہ ہو سکا میں جانتا ہوں جو وہ لکھینگے جواب میں۔ کیا لکھینگے؟ عاشق و معشوق کے راز و نیاز کو صرف غالب کا دل جانتا ہے۔

مومن نے بیہوشی کو جواب بنایا ہے گویا کہ جواب لاجواب ہے
شیفتہ کے معشوق نے جواب ہی نہیں دیا۔
غالب کے سوا سب کے جواب ملتے چلتے ہیں لیکن ذوق کے جواب کا جواب نہ ہو سکا۔
اسی بحر میں لکھنؤ کی روانی بھی دیکھ لیجئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہوا حمدِ خدا میں دل جو مصروفِ رقم میرا
الف الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا

صراطِ عشق پر از بسکہ ہے ثابت قدم میرا
دمِ شمشیرِ قاتل پر بھی خوں بہتا ہی جم میرا

ہوا ہے سینہ یکسر خارزارِ دشتِ غم میرا
کہ آیا پانچواں آشفتہ ہو کر لب پہ دم میرا

وہ ہوں میں گیسوئے رخِ محمد کا اسیرِ غم و وحشت
کہ ہے گھیرے ہوئے اُٹھ کے زمیں کو پیچ و خم میرا

نشاں بے رو اجی گر دکھائے زورِ محشر کے
چھپے یک سے دیدۂ صرافت سے نقشِ قدم میرا

وہ ہوں میں رہ نوردِ شوق تیرا تھا بنایا ہی
برنگِ سایۂ شمع ہوا نقشِ قدم میرا

نہ ہو بے وقر ترکِ سجدۂ ابلیس سے آدم
عدو کی سرکشی سے ذوق کب ہے ہو کم میرا

شوقِ نظارہ ہے جلوے اُس رخِ پرنور کا
ہے سراپا شمع نظر پروانہ شمعِ طور کا

اے صنم کیا پوچھتا ہے حال اس رنجور کا
دل نہ اٹکا سے کہیں اللہ بے مقدور کا

لطف جاتا ہے سرود و نالۂ پرشور کا
خونِ دل پینا ہے یہ کھانا مجھے سینہ کا

وادیٔ ظلمت میں اپنے دخل کب ہے نور کا
ہر اک شعلہ سا ہے سو کبھی چراغِ دور کا

گر لکھوں مضمون اپنے نالۂ پرشور کا
لوں صریرِ خامہ سے میں کام بانگِ صور کا

شمع میں بھی دھیان تھا اُس نرگسِ مخمور کا
مجھ کو شربت میں مزہ آیا مئے انگور کا

تیرے کوچے میں تنِ لاغر ہے رنجور کا
اک غبارِ ناتواں ہے کاروانِ مور کا

باندھوں میں مضموں جو اپنی شوربختی کا کوئی
ہو زمین شعر میں عالم زمین شور کا

ہیں وہ ہوں نخچیر جسکو دیکھتا ہے وقت ذبح
دیدۂ حسرت سے حلقہ جوہر ساطور کا

اس نزاکت پر نظر کرنا کہ وہ رشک پری
بال بھی باندھے جو مشّے پر تو زلف حور کا

دل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے مست ناز
جیسے مرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا

تفتہ دل وہ ہوں کہ میرے داغ سوزاں کیلئے
گرمیِ مرہم سے اڑ جائے اثر کافور کا

گر ترے فریادیوں کے نامۂ پیچیدہ کو
لب پہ رکھکر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا

حق تو یوں ہے یہ انانیت عجب غمّاز ہے
قصہ پہونچا یا زبان دار پر منصور کا

عشق کے مکتب میں ہے فرہاد سب سے تیز ذہن
تین دن چاٹے اگر تعویذ میرے گور کا

زخم میرا ہے وہ ایذا دوست خوں رونے لگے
منہ سے گر جرّاح کے سن پائے نالہ نگور کا

جھانکتے تھے وہ ہمیں جس روزن دیوار سے
وائے قسمت ہو اُسی روزن میں گھر زنبور کا

دفن ہے جس جا پہ کشتہ سرد مہر یار ترے
بیشتر ہوتا ہے پیدا واں شجر کافور کا

تو ہو بعد از مرگ بھی گر اے محبت دستگیر
استخواں سے ہو مرے دستہ تری ساطور کا

عشق نے ڈالی تھی جب قصر محبت کی بنا
لکھدیا تھا کوہکن بھی نام اک مزدور کا

بل بے وحشت تا فلک بھی شاخ آہو کیطرح
پیچ کھاتا ہے دھواں میرے چراغ گور کا

دیکھنا زہراب پیکان محبت کا اثر
چشم افعی بنگیا روزن ہر اک ناسور کا

کھینچے مانی اُس پری کی کیونکہ تصویر کفک
جمع ہو جبتک نہ رنگ سرخ روئے حور کا

تیرے قامت سے جو ہو برپا قیامت سرو کو
کام لے منقار سے فریاد قمری صور کا

ذوق راہ عشق وہ کوچہ ہے جسکی خاک میں
ہے دُر تاج سلیماں بیضہ بیضہ مور کا

لکھئے اوسے خط ہم ستم اودھ نہیں سکتا
پر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اٹھ نہیں سکتا

بیمار ترا صورت تصویر نہالی
کیا اٹھے سر بستر غم اٹھ نہیں سکتا

نہیں گوش شنوا باغ جہاں میں غافل
ورنہ ہر برگ ہے یاں نغمہ سرائی کرتا

بند آنکھیں کئے جاتا ہے کدھر تو کہ تجھے
ہے ترا نقش قدم چشم نمائی کرتا

سوز دل کون بجھائے کہ نہیں چشم میں اشک
پر ہے کچھ خون جگر کار روائی کرتا

بیٹھ رہئے تو قفس ہے عجب آرام کی جا
پر ہے بیچین ہمیں شوق رہائی کرتا

ذوق اُس پائے نگارین کا جو ہے وصف نگار
اشک خونیں سے ہی کاغذ کو حنائی کرتا

نہ کرتا ضبط میں نالہ تو پھر ایسا دھواں ہوتا
کہ نیچے آسماں کے اک نیا اور آسماں ہوتا

کبھی کیا سرو قاتل یہ شہید تفتہ جاں ہوتا
کوئی دم شمع مردہ میں بھی ہے باقی دھواں ہوتا

لیے ہے مرغ دل کاوش میں زاغ کماں ہوتا
کہ تا شاخ کماں پر اُسکے میرا آشیاں ہوتا

عزاداری میں ہے کسکے یہ چرخ ماتمی جامہ
کہ جیب چاک کی صورت ہی خطِ کہکشاں ہوتا

نہ ہوتی دل میں گر کاوش کسی کے نوک مژگاں کی
تو کیوں حق میں مرے ہر شعبۂ تن تیغ سناں ہوتا

نہ رکھتا پر نہ رکھتا مُنھ پہ دانہ یہ مریضِ غم
اگر تیرا امیدِ بوسۂ خالِ دہاں ہوتا

جو روتا کھولکر جی تنگنائے دہر میں عاشق
تو جوئے کہکشاں میں بھی فلک کا خوں رواں ہوتا

بگولا گر نہ ہوتا وادیِ وحشت میں اے مجنوں
تو گنبد ہمسے سر گشتوں کی تُربت پر کہاں ہوتا

رسے خونیں جگر کی خاک پر ہوتا اگر سبزہ
تو مژگاں کی طرح سے اُسکے دائم خونچکاں ہوتا

رکاوٹ دِلکی اُس قاتل کی وقتِ ذبح ظاہر ہے
کہ خنجر ہی مری گردن پہ رُک رُک کر رواں ہوتا

نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر میں
کٹورے کی طرح گھڑیال کے غرق آسماں ہوتا

آنکھیں مری تلووں سے وہ ملجائے تو اچھا
ہے حسرت پابوس نکلجائے تو اچھا

جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر
جو دِل کہ ہو بے داغ وہ جلجائے تو اچھا

بیمار محبت نے لیا تیرے سنبھالا
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

ہو تجھے عیادت جو نہ بیمار کی اپنے
لینے کو خبر اسکی اجل جائے تو اچھا

کھینچے دل انساں کو نہ وہ زلف سیہ فام
اژدر کوئی انساں کو نگل جائے تو اچھا

لے گریہ نہ کہ میرے تنِ خشک کو غرق آب
لکڑی کی طرح پانی میں گل جائے تو اچھا

تاثیر محبت عجب اک حب کا عمل ہے
لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا

فرقت سے تری تارِ نفس سینے میں میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

ہاں کچھ تو ہو حاصل ثمرِ نخلِ محبت
یہ سینہ کہ پھولوں سے جو پھل جائے تو اچھا

دل گر کے نظر سے ترے اٹھنے کا نہیں پھر
یہ گرنے سے پہلے ہی سنبھل جائے تو اچھا

وہ صبح کو آئے تو کروں باتوں میں دوپہر
اور چاہوں کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا

ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کروں شام
اور پھر کہوں گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہوں کل کی طرح سے
گر آج کا دن بھی یونہیں ٹل جائے تو اچھا

القصہ نہیں چاہتا ہے یہ چلے وہ یاں سے
دل اسکا یہیں گرچہ بہل جائے تو اچھا

ہے قطع رہِ عشق میں اے ذوق ادب شرط
جوں شمع تو اب سر ہی کے بل جائے تو اچھا

سکھے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا
کبھی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا

نہ ہو جو گردنِ جاناں تک اٹھ کے ٹوٹے ہاتھ
پڑا گلے ہیں مرے دستِ آرزو میرا

سدا ملائک تسبیح خواں کو آئے رشک
جو میکدے میں سنیں شور ہائے ہو میرا

عجب نہیں ہے مری سوزشِ محبت سے
کہ تارِ شمع ہو ہر ایک تارِ مو میرا

بہ رنگ آئینہ چشمِ پرآب سے میرے
گرا نہ اشک گیا پاس آبرو میرا

فلک کا رنگ جو اپنا سیاہ ہے پھر
پڑا تھا سایۂ بختِ سیہ کبھو میرا

ہمیشہ میں ہوں اسی داؤ گھات میں اے ذوق
کہ رام ہو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا — مستعد حیف وہ ہوا ہائے تو خنجر نہ ہوا

جلکے میں خاک ہوا تو بھی رہا دلِ مضطر — یہ وہ سیماب ہے کشتہ نہ ہوا پر نہ ہوا

نہ چراغ اور سکو نہ کہ داغِ الم سوائے عشق — خانۂ دل کوئی ویرانہ ہوا گھر نہ ہوا

کب صبا آئی تیرے کوچے سوائے یار کہیں — جوں حبابِ لبِ جو جامے سے باہر نہ ہوا

خون رگہائے گلو کب تنِ بے سر سے مرے — آ گئے کب جوش پہ فوارے سے ہمسر نہ ہوا

عشق یہ معجزہ کیسا ہے کہ اس کشتہ کے — موئے سر حلق سے پیدا ہوئے اور سر نہ ہوا

ذوق بیمار محبت ہے خدا خیر کرے *
کہ یہ آزار ہوا جسکو وہ جانبر نہ ہوا *

بعد مُردن بھی خیالِ چشمِ فتاں ہی رہا — سبزۂ تربت مرا وقفِ غزالاں ہی رہا

میں ہمیشہ عاشقِ پیچیدہ مویاں ہی رہا — خاک پر روئیدہ میری عشق پیچاں ہی رہا

پستہ قندی ہے کہ کام غیر میں وہ لعل لب — پر مرے حق میں تو سنگِ زیرِ دنداں ہی رہا

بند ہے سنکا ہے نہ مضمون اس دہن یا اپنی تنگی کا — ہاتھ اپنا فکر میں زیرِ زنخداں ہی رہا

جاہل ہنکار نہ آئے راہ پر مجھ سے کبھی — جہل سے بوجہل لیتے نا مسلماں ہی رہا

پاؤں کب نکلے رکابِ حلقۂ زنجیر سے — توسنِ وحشت ہمارا گرم جولاں ہی رہا

ب لباسِ دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر — جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے — کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

جلوہ اے قاتل اگر تیرا نہیں حیرت فزا — دیدۂ بسمل نے کیا دیکھا کہ حیراں ہی رہا

حلقۂ گیسو میں دیکھی کسکے رخسار کی تاب — شب سیہ بالنشیں سر در گریباں ہی رہا

مدتوں دل اور پیکاں دونوں سینے میں رہے — آخرش دل بہہ گیا خوں ہو کے پیکاں ہی رہا

سب کو دیکھا اُس نے اور اُس کو نہ دیکھا جوں نگاہ — وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

آگے زلفیں دل میں بستی تھیں اور اب بھی تیری — ملکِ دل اپنا ہمیشہ کافرستاں ہی رہا

مجھ میں اُس میں ربط ہی گویا برنگِ بوئے گُل
وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

دین و ایماں ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت ہیں
اب نہ کچھ دیں ہی رہا باقی نہ ایماں ہی رہا

طلسمِ طرفہ ترا آنسو نے میرے مژدماں باندھا
کہ ہے اک اک گرہ میں حاصلِ صد بحر و کاں باندھا

ترے جوڑے کے کھلنے نے مرادِ دلستاں باندھا
عجب تقدیر نے عقدہ وہاں کھولا یہاں باندھا

یہ بہتان کسنے افشائے محبت کا یہاں باندھا
جو بعد از مرگ میرے منہ کو تو نے بدگماں باندھا

ہوئی تشہیرِ لاش اس ناتواں کی جبکہ پاؤں میں
کوئی تارِ نگاہ مو رہ جائے ریسماں باندھا

کیا مجنوں مجھے آشفتگیِ زلف نے کس کے
کہ میرے سر پہ مرغِ شانہ نے آشیاں باندھا

ترا ہنسنا جو یاد آیا بہ تنگ قہقہہ مینا
تو میں نے تارِ اک رونے کا لے ہچکیاں باندھا

تڑپ کر دامنِ زیں کو نہ آلودہ کرے خوں سے
سرِ فتراک سے کیوں تجھ نے صیدِ نیم جاں باندھا

بجھا داغِ جگر کو ہر گز کہ ہو کر جھاڑ لپٹا تھا
مجھی پر گالیوں کا جھاڑ تو نے بدزباں باندھا

وہ ہوں ناکام سمجھا نامرادی جو مراد اپنی
مرے مرقد پہ چلہ اپنے آکر دوستاں باندھا

اڑا دینگے دھوئیں اک آہ میں اس چرخِ گرداں کے
اگر چہ گو دھوئیں نے تک زیرِ آسماں باندھا

فلک وابستہ پھرنے دے ہے گو کوئی پُرخروشوں کو
کیا ہے آخرش نے بحر سے پیلِ دماں باندھا

بلا ہوں مضطرب میں بھی کہ مجھ سے برق نے دیکر
حصار اک گرد اپنے شعلۂ جوالہ ساں باندھا

مراد آگے ہی بیٹھے ہیں اک پھوڑا سا پکتا ہے
خیالِ خطِ سبز یار نے کیوں برگ ناں باندھا

دلِ مجروح پہ میرے نہ سمجھو داغِ حسرت کا
پرِ طاؤس اس زخمی نے ہے اپنے دوستاں باندھا

کہاں دل بھاگ کر جائے کہ تیری نخل قامت سے
عجب اک گردنامہ خط نے اے سروِ رواں باندھا

تپِ سوزِ محبت کے لئے چارہ نہیں قمری
یہ گنڈا نیلگوں گردن پہ کیوں اپنے تفتہ جاں باندھا

سمجھ کر موجِ دریائے فنا کو خنجرِ برّاں
کفن مثلِ حباب اے ذوق ہم نے سر سے یاں باندھا

بھڑکنا کیا کہوں سینے میں اپنے آتشِ غم کا
کہ جائے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ جہنم کا

جہاں میں عرصہ عشرت کے سوا وہ چند یومِ غم کا
اگر ہو عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا

ترے عاشق کو یوں ہے خوشگوار آبِ دمِ خنجر
مسلماں کو لگے جیسے کہ شیریں آبِ زمزم کا

برنگِ طوقِ قمری کوئی نکلے نہ نکالے سے
کمندِ گردنِ دل ہے جو حلقہ زلفِ پُرخم کا

ترے رخسار کا پرتو پڑے گر عارضِ گل پر
کرے چشمک زنی خورشید پر ہر قطرہ شبنم کا

سیئے جاتے ہیں کس سے زخم اس تیغِ تبسم کے
کہ یاں کھلتا ہے بخیہ سوزنِ عیسیٰ مریم کا

دلیرانِ محبت کو خلش سے اسکے مژگاں کی
پسِ مردن لحد میں بھی ہے عالم چاہِ رستم کا

خراشِ سینہ میں اک رہ گیا ہے ٹوٹ کر ناخن
غلط ہے جو سمجھتے ہیں کہ یہ پھاہا ہے مرہم کا

اگر آتش مزاجوں کو حسد ہو خاکساروں پر
تعجب کیا کہ ابلیسِ لعیں دشمن ہے آدم کا

خط اُسکا وصل کی دولت کا ہے پیغام ای صفد
لگا قسمت سے نسخہ ہاتھ یہ اکسیرِ اعظم کا

شہید اے ذوق سینے میں ہوئی ہیں حسرتیں لاکھوں
مری جو آہ ہے گویا وہ ہے اک نخلِ ماتم کا

کل اُس نگہ کے زخم رسیدوں میں ملگیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں ملگیا

کیا جانے تیغِ عشق کی لذت کو بوالہوس
گو جوں ملخ وہ حلق بریدہ میں ملگیا

گر بعد فقر پھر سگِ دُنیا ہوا فقیر
کمبخت پاک ہو کے پلیدوں میں ملگیا

دکھلا کے کہکشاں سے فلک چاک سینہ رات
اُس ماہوش کے سینہ دریدوں میں ملگیا

اس شکل سے ہوا وہ طلبگارِ دیدِ یار
صاف آئینہ کا دیدہ ندیدوں میں ملگیا

آخر کو فیضِ بیعتِ دستِ سبو سے آج
پیرِ مغاں کے میں بھی مریدوں میں ملگیا

حُبِ حسین ذوق وہ شے ہے کہ جس سے تو
تھا اگرچہ اشقیا میں سعیدوں میں ملگیا

وہ کون ہے جو مُجھ پہ تاسف نہیں کرتا
پر میرا جگر دیکھ کہ میں اُف نہیں کرتا

کیا ٹھہرے ہے وقفہ ہے ابھی آنے میں اُنکے
اور دم مرا جانے میں توقف نہیں کرتا

تا صاف کرے دل نہ ہوئے صاف سے صوفی
کچھ سود وصفا علم تصوف نہیں کرتا

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے
دُنیا کے زر و مال پہ میں تف نہیں کرتا

پڑھتا نہیں خط غیر مرا وان کسی عنواں
جبتک کہ عبارت میں تصرف نہیں کرتا

کچھ اور گماں دل میں نہ گذرے ترے کافر
یاد اس لئے میں سورۂ یوسف نہیں کرتا

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا

محفل میں شور قلقلِ مینائے مُل ہوا
لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل ہوا

دریائے غم سے میرے گذرنے کیواسطے
تیغ خمیدہ یار کی لوہے کا پُل ہوا

پروانہ بھی تھا گرم تپش پر کھلا نہ راز
بلبل کی تنگ حوصلگی تھی کہ غل ہوا

آئی تھی دُور دُون کی ہرگز سمجھ میں بات
آوازہ گو بلند مثال دُہل ہوا

جنکی نظر چڑھا ترا رخسار آتشیں
اونکا چراغ گور نہ تا حشر گل ہوا

بندہ نوازیاں تو یہ دیکھو کہ آدمی
جزوِ ضعیف محرمِ اسرارِ کُل ہوا

اوس بن رہا چمن میں کبھی میں ذوق دلخراش
ناخن سے تیز تر مجھے ہر برگ گل ہوا

اس تپش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا
کاش میں عشق میں سر تا بقدم دل ہوتا

آسماں دردِ محبت کے جو قابل ہوتا
تو کسی سوختہ کا آبلۂ دل ہوتا

چھوڑتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی سیل شوق
دامن برق اگر دامنِ قاتل ہوتا

چین پیشانی اگر تیری نہوتی زنجیر
نالہ دیوانہ تھا جو پابہ سلاسل ہوتا

کرتا بیمارِ محبت کا مسیحا جو علاج
اتنا وق ہوتا کہ جینا اسے مشکل ہوتا

ذبح ہونیکا مزہ جانتا گر صید حرم
رکھکے خنجر پہ گلو آپ وہ بسمل ہوتا

ردیف تای مثناۃ

معلوم جو ہوتا ہمیں انجامِ محبت
لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

ہیں داغِ محبت درم و دامِ محبت
مژدہ تجھے لے خواہشِ انعامِ محبت

ہر روز اڑا دیتا ہے وہ کر کے تصدق
دو چار اسیرِ قفس و دامِ محبت

مانند کباب آگ پہ گرتے ہیں ہمیشہ
دلسوز ترے بسترِ آرامِ محبت

کاسہ میں فلک کے نہ سمجھے نام کو زہرا
وہ کھینچے اگر تشنہ لبِ جامِ محبت

شوقِ حرم کوچۂ قاتل ہیں کفن کو
ہم جانتے ہیں جامۂ احرامِ محبت

کی جس نے رہِ رسمِ محبت لیے مارا
پیغامِ قضا ہے ترا پیغامِ محبت

نے زہد سے ہے کام نہ زاہد سے کہ ہم تو
ہیں بادہ کشِ عشق و مے آشامِ محبت

ایمان کو گرد رکھے اگر کفر کو لے مول
کافر نہ ہو گر دیدۂ اسلامِ محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کناں نعش پہ میری
سونپا کسے تو نے مجھے ناکامِ محبت

معراج سمجھ ذوق تو قاتل کی سناں کو
چڑھ سر کے بل اس زینے پہ تا بامِ محبت

مجنوں نے دی لگا جو سرِ خار خار پشت
پشت اب ہجومِ خار سے ہے پشتِ خارپشت

حوروں کے گر ہو پنجۂ مژگاں سے پشت خار
کھجلائے وہ پری نہ کبھی زینہار پشت

ماہی سے تا بماہ ہے دستِ فلک کے داغ
داں داغدار سینہ ہے یاں داغدار پشت

پیدا فلک سے ایک نہ ہو تجھ سا ماہوش
نہ پشت تک تو کیا کہ نہ تھا ہزار پشت

بار زمانہ پشت پہ لیکر شتر کی طرح
سیدھی نہ کی فلک نے کبھی ایک بار پشت

ہو جائے ہے زیادہ گرانباریِ گناہ
پیری میں ہو خمیدہ نہ کیوں زیر بار پشت

سینہ سپر جو منہ پہ ہیں تیغِ نگاہ کے
دکھلاتے وہ کبھی نہیں آئینہ وار پشت

ڈر ہے یہی کہ ایسا نہو بعد مرگ بھی — لگنے نہ دے زمین سے دلِ بیقرار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق

اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

ردیف جیم تازی

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج — کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

وہ ہے بیماریِ اُلفت سے دلِ زار کو رنج — جس سے خود رنج کو آزار ہے آزار کو رنج

دیدۂ آبلہ پا کا یہی رونا ہے — کہ نہ پہونچا ہو کہیں مجھ سے کسی خار کو رنج

ہوش کو پہنچ کے لے دارو بیہوشی تو — ذوق بیہوش کو آرام ہے ہشیار کو رنج

ردیف جیم فارسی

وہ شکل ہے ناؤ یہ کہ نہ ڈبوئی خضر نے — لیگیا خطِ ذقن دل کو سوے گرداب کھینچ

ردیف حاے حطی

فرقت کی رات جی چکے ہم تا زبانِ صبح — ہوگی اذانِ گور ہماری اذانِ صبح

پُرنور ہے ترا رخ سیمیں بسانِ صبح — آنکھیں ہیں تیری مست صبوحی کشانِ صبح

اب میکدہ میں شام کو ناقوس پھونکئے — مسجد میں مدتوں ہے تسبیح خوانِ صبح

ریش سفید شیخ میں ہے ظلمت فریب | اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح

ٹھہری ہے انکے آنے کی یاں کل تو جا صلاح | اے جان برلب آمدہ اب تیری کیا صلاح
منظور چشم یار ہے سب عین مصلحت | پوچھے بلاکشوں کی کسی سے بلا صلاح
سیدھے ہی جائیں کرتے ہیں کوے بت الصنم عشق | گر پھیرے نہ وہ صنم کج ادا صلاح
اوس چشم مست کے ہیں خراباتیوں میں ہم | تقوی کجا و زہد کجا و کجا صلاح
اس بد معاملہ سے ترا کیا معاملہ | کس بد صلاح نے تجھے دی یہ ولا صلاح
رہتا ہے اپنا عشق میں یوں دل سے مشورہ | جسطرح آشنا سے کرے آشنا صلاح
زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتوں سے تو | دیتا ہے کوئی ایسی کبھی مرد خدا صلاح
کردی خراب اوسی کو ہے تیری نگاہ مست | جسکو کہ دیکھتی ہے نکوکار و با صلاح
یارب ہو دل کی خیر کہ کچھ کر رہے ہیں آج | چشم و نگاہ عشوہ و ناز و ادا صلاح
منظور گر ہو قتل مرا غیر سے نہ پوچھ | ہے تو صلاح نیک ہیں کیا پوچھنا صلاح
قلابے آسمان و زمیں کے ملا نہ تو | اس مہروش سے ملنے کی ناصح بتا صلاح
یہ ہے مرا رفیق یہی ہے مرا شفیق | لوں کس سے واں جانیکی دل کے سوا صلاح

اے ذوق جا نہ ہوش و خرد کی صلاح پر
دے عشق جو صلاح وہی ہے بجا صلاح

ردیف خای معجمہ اشعار سراپا

ہے زلف تری سنبل صحن چمن کی شاخ | قطروں سے پر عرق کی بنی یاسمن کی شاخ
ناف اس جبیں کی ہے کوئی نسترن کا پھول | تا ناف سیلی سینے سے ہے نسترن کی شاخ

اشعار تشبیہ

ہے فیض سے وقار کہ سیری نگاہ ہیں
جس شاخ میں ثمر ہے وہی لاکھ من کی شاخ

بدخصلتوں کو کرتا ہے بالا نشین کلک
اونچی ہے آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ

رہتی ہیں کشمکش میں پس از مرگ پرجفا
آخر کو زیر ارّہ کٹی کرگدن کی شاخ

اشعار مجموع

کہتی تھی چوب تیشہ مری طرح ایکدن
سوکھے گی نخل آرزوے کوہکن کی شاخ

بیمار چشم دلبر آہو نگاہ کو
شاخیں بھی گر لگائیں تو لیکر ہرن کی شاخ

ہر صید کی کمر سے گئی ٹوٹ جس گھڑی
ٹوٹی کمان دلبر ناوک فگن کی شاخ

مسواک نے بڑھایا ہے زاہد کا اعتبار
ہے یہ کبھی اسکی اک شجر مکر و فن کی شاخ

تاثیر بیکسی سے ہو سارا درخت خشک
ڈالے جو سایہ نعش پہ اس بےکفن کی شاخ

شاخ نبات کو نہ کئی قلیاں نہ منہ لگاے
ایسی مصاحبت سی لگے اس دہن کی شاخ

اشعار قصیدہ

گنگلوں سے تیرے بڑھ نسکے اک قدم صبا
مارے جو تازیانہ نہال چمن کی شاخ

کردے جو تو نہال تو لائے ابھی نکال
پروین کا خوشہ گاو سپہر کہن کی شاخ

ردیف دال مہملہ

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد
سینے میں ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

کیا روکا اپنے گریہ کو ہمنے کہ لگ گئی
پھر وہ ہی آنسوؤں کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کوئی گھڑی اگر وہ ملائم ہوے تو کیا
کہ بیٹھیں گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد

اس لعل لب کے ہمنے لیے بوسے اسقدر
سب اڑ گئی مسی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد

اللہ رے ضعف سینے سے ہر آہ بے اثر
لب پر جو پہونچی بھی تو چڑھی دو گھڑی کے بعد

اللہ رے ضعف سینے سی ہر آہِ بے اثر
لب تک جو پہونچی بھی تو چڑھی دو گھڑی کے بعد

کل اس سے ہمنے ترک ملاقات کی تو کیا
پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد

کہتا رہا کچھ اُنسے عدو دو گھڑی تلک
غماز نے پھر اور جڑی دو گھڑی کے بعد

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری شیخی انکی جھڑی دو گھڑی کے بعد

پروانہ گرد شمع کے شب دو گھڑی رہا
پھر دیکھی اسکی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد

تو دو گھڑی کا وعدہ نکر دیکھ جلد آ
آنے میں ہوگی دیر بڑی دو گھڑی کے بعد

گو دو گھڑی تک اسنے ندیکھا ادھر تو کیا
آخر ہمیں سے آنکھ لڑی دو گھڑی کے بعد

کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح
پھر تو نہ ٹھہرے پاؤں گھڑی دو گھڑی کے بعد

جھومر کا نظر سر پہ تری اب تو چڑھا چاند
تھا وعدہ چڑھے چاند کا لا بوسہ چڑھا چاند

ہی آئنہ خانہ بھی گزرگاہ بد و نیک
دیکھا نہ کبھی ہم نے درِ اہلِ صفا بند

ردیف ذال معجمہ

مژدۂ قتل سے اُس عہد شکن کا کاغذ
ہے مری روح کو آزادیِ تن کا کاغذ

گور میں پیش ہو جب دفترِ تن کا کاغذ
ہو سیاہ ہم کو سفیدیِ کفن کا کاغذ

بنگیا عکس سے اُس شوخ گلستاں رو کے
صفحۂ آئنہ تصویرِ چمن کا کاغذ

کیا کرے خانۂ گیتی کا کوئی دعویِ ملک
نام پر کس کے ہے اس قصرِ کہن کا کاغذ

لکھیں اُس چشم کے وحشی کیلئے گر تعویذ
اہلِ تکسیر کریں پوستِ ہرن کا کاغذ

رقعۂ شادیِ شہادت کا ہو خونسے رنگیں
ایسی شادی کو ہو ایسی ہی پھبن کا کاغذ

سینہ صافوں کو زمانے کی ہے ہاتھوں سے شکست
ہے صفائی سے سزاوارِ شکن کا کاغذ

ورقِ چرخ ہو گو نسخۂ آشوب نہو — سرمۂ چشم مہ سیم بدن کا کاغذ
یوں اسیرانِ قفس تک کوئی پہونچا گلگیر — جیسے غربت میں شفیقانِ وطن کا کاغذ
ظاہر آرا نہ کتابوں سے ہو ڈر دوزخ سے — کر نہ آتش میں لباس اپنے بدن کا کاغذ
جعلسازی پہ زمانے کی گواہی دے ہے — مُہری و سادہ مہ چرخ کُہن کا کاغذ
مُہر وہ کرتا ہے نامے پہ مجھے آئے ہے رشک — ہائے یوں چوسے لعابِ لبِ سکے دہن کا کاغذ
ذوقِ دل سوختہ دیوان لکھے اپنا کیا خاک کہ
متحمل نہیں گرمیٔ سخن کا کاغذ

ردیف رائے مہملہ

نگہ نہیں حرفِ لب نشیں تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہوکر — نکلکر آیا جو آہ آنکھوں کی لب پہ دیدۂ خدنگ ہوکر
پھر آیا لو وہ نگار خونی ادھر کو سرگرم جنگ ہوکر — کہ جسکے ہاتھوں سے اڑ گئے سر ہزاروں شہید کا رنگ ہوکر
وہ چشم مخمور اک نظر سے چبھو لاکھوں جو نیشتر سے — تو ہو رواں ہر رگ جگر سے لہو مئے لالہ رنگ ہوکر
جو رنگ لفت سے آشنا ہیں وہ گربری بھی ہیں خوشنما ہیں — کہ رنگ سے ہی گرانبہا ہیں عقیق و یاقوت سنگ ہوکر
جو سمجھیں حسن بتاں کو ایماں انہیں وہ کفر و دیں ہے یکساں — پہونچتے کعبہ میں وہ مسلماں ہمیشہ جلیں وہ فرنگ ہوکر
صفائے دل کی یہی ہے صورت کہ دل میں آنے نہ دے کدورت — کہ بیٹھ جائینگے بالضرورت ہیں آئنہ میں جو زنگ ہوکر
غزال رم دیدہ بنگیا ہے جو خواب آنکھوں میں تو بجا ہے — کہ بھاڑ کھانیکو دوڑتا ہے پلنگ تجھ بن پلنگ ہوکر
ہوئی ہے بو باز رنگ آنکو زیبا نہیں جہاں میں یہ عزت صلا — کہ پایا گل نے ہے نام رعنا تو اس چمن میں دو رنگ ہوکر
حلاوت و شرم و پاسداری جہاں میں ہے ذوق رنج و خواری
مزے سے گذری اگر گزاری کسی نے بے نام و ننگ ہوکر

خوب روئے آج ہم سنسان ہاموں دیکھکر — یاد آیا ہمکو مجنوں بید مجنوں دیکھکر

اڑ گئے اک آن میں جادو سے بالکل دھوئیں / سرمہ آلودہ تری چشم پر افسوں دیکھکر
دیکھکر غیروں میں مہتابی پر اس مہوش کو رات / آہ کی اک دل سے ہمنے سوئے گردوں دیکھکر
سچ کہا ہے آگے کالے کے نہیں چلتا چراغ / چھپ گیا مہ رخ پہ تیرے زلف مشکیں دیکھکر
بل بے میرے ساغر سرشار وحشت کا نشہ / چھپ گیا خم میں مری صورت فلاطوں دیکھکر
آگئیں انکو لگائی انگلیوں میں فندقیں / لوگ مژگاں پہ مرے اشک جگر گوں دیکھکر
قتل کو کسکے چڑھائی تیغ تو نے سان پر / اوترے ہے آنکھوں میں زخموں کی مری خوں دیکھکر

لیگیا دل کون میرا ذوق کسکا نام لوں ٭
سامنے آجائے تو شاید بتادوں دیکھکر

کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھکر / عجب مزہ ہے جو مرئیے کسی کے سر چڑھکر
مرے خیال پہ وہ چشم فتنہ گر چڑھکر / یہ خانہ جنگ ہے آتی ہے لڑنے گھر چڑھکر
دکھا نہ جوش و خروش اپنا زور پر چڑھکر / گئے جہان میں دریا بہت اوتر چڑھکر
ستمگروں کی کشاکش میں آپڑا ہو سوا / کہ ہوئے سان پہ ہے تیغ تیز تر چڑھکر
الٰہی خیر ہو مانند شعلہ سرکش / پھر آیا باد کے گھوڑے پہ وہ ادھر چڑھکر
ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبی زر / اگر کھلے ہے تو حرآت کی نظر چڑھکر
کہیں فلک پہ نہ چڑھ جائے چاند چودھویں کا / کہ دورہ آپکو کھینچے ہے تیرے سر چڑھکر
ترا مکاں تو کیا لامکاں نہیں کو د پڑیں / امید وصل میں ہم بام عرش پر چڑھکر
چھوا سے قفس کو اور کر لیا اپنے غفلت کو زیر / بنا ہے سانپ کا کوڑا وہ تیر پر چڑھکر

ہماری خاک پہ برپا ہے ذوق فتنۂ حشر
سمند ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھکر

جان ہوا یوں ہوئی اس خال کا بوسا لیکر / جیسے اوڑ جائے دہن میں کوئی تنکا لیکر
تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لیکر / چپکے ہی بیٹھے رہے دم کو مسیحا لیکر

شرطِ ہمت نہیں مجرم ہو گرفتارِ عذاب
تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑیگا بدلا لیکر

ذبح کرنے کو مرے پوچھتے ہو کیا تکبیر
تم چھری پھیر بھی دو نامِ خدا کا لیکر

کھینچتی روزِ قیامت سے بھی ہے آپکو دور
تیری زلفوں کی بلائیں شبِ یلدا لیکر

مجھسا مشتاقِ جمال ایک نہ پاؤگے کہیں
گرچہ ڈھونڈوگے چراغِ رخِ زیبا لیکر

جب یہ دیکھا نہ رہا مجھ میں کہیں صبر اپنا
پھر گیا نامہ بر یار خط الٹا لیکر

رہ گیا اپنا سا منھ لیکے وہ اے آئینہ رو
تیری تصویر کو یوسف نے جو دیکھا لیکر

واں سے یاں آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے
یاں سے تو جائینگے ہم لاکھ تمنا لیکر

کل گئے تھے تم جسے بیمارِ ہجراں چھوڑ کر
چل بسا وہ آج سب ہستی کا ساماں چھوڑ کر

طفلِ اشک ایسا گرا دامانِ مژگاں چھوڑ کر
پھر نہ اٹھا کوچۂ چاکِ گریباں چھوڑ کر

کیونکہ نکلے تیر اسکا دل میں پیکاں چھوڑ کر
جائے بیٹھے کو کہاں یہ مرغِ پراں چھوڑ کر

کام یہ تیرا ہی تھا رحمت ہے اے ابرِ کرم
ورنہ جائے داغِ عصیاں میرا داماں چھوڑ کر

جسنے لذت پا اٹھائی زخمِ تیغِ عشق کی
کب وہ مرہم واں کو ڈھونڈے ہے نمکداں چھوڑ کر

صید لاکھوں کیوں نہ چھوڑ جائیں دکھلائے ہی تو
مچھلیاں دستِ حنائی میں مرجاں چھوڑ کر

سیرِ دہری سے کسی کی آگئے ہی دل سیر ہے
یاں سے ہٹ جا دھوپ لے ابرِ بہاراں چھوڑ کر

دیکھئے کیا ہو کہ ہوا اب جان کے پیچھے پڑی
دل کو لے کافری زلفِ پریشاں چھوڑ کر

اے دل اسکے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل
ورنہ پچھتائیگا تو یہ ساتھ ناداں چھوڑ کر

کیوں نہ رم کر جائیں آہو لیکے وحشی سے ترے
شہر کو آگئیں جنگل نالوں سے بیاباں چھوڑ کر

سُرخی پان دیکھ لے زاہد جو دنداں پر ترے
اٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے تسبیحِ مرجاں چھوڑ کر

پیش کھینچے نکلا گرد بادِ درد آہ کا
ہے جو سرگرمِ سفر تن کو مرے جاں چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت ماہ یکہفتہ کی طرح
دوڑے ساری گو کبھی آدھی نہ انساں چھوڑ کر

ساقی ول بھیجا آیا ہوں کہ وصف ہاتھ سے چوکتا ہے کیوں یہ جنسِ شکرداں چھوڑ کر

پڑھ غزل اے ذوق کوئی گرم سی اب تو نجبا
جانبِ مضمون طرزِ تفتۂ جاناں چھوڑ کر

جب چلا وہ مجھکو بسمل خوں میں غلطاں چھوڑ کر کیا ہی پچھتاتا تھا میں قاتل کا داماں چھوڑ کر
میں وہ مجنوں ہوں جو نکلوں کنجِ زنداں چھوڑ کر سیبِ جنت تک نہ کھاؤں سنگِ طفلاں چھوڑ کر
چوسے سے یہ ہی لہو مانی جو لبِ اس شوخ کے کھینچے تو شنگرف سے خونِ شہیداں چھوڑ کر
میں وہ ہوں گمنام جب نقشِ نگیں نام آ مرا رہ گیا بس نقش ہی قدرت سے جگہ داں چھوڑ کر
سایۂ سروِ چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے سانپ سا پانی میں جیسے سروِ خراماں چھوڑ کر
ہو گیا طفلی ہی سے دل میں ترازو تیرِ عشق بھاگتے ہیں مکتب سے ہم اوراقِ میزاں چھوڑ کر
اہلِ جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک لعل کیوں اس سنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کر
شوق ہے اسکو بھی طرزِ نالۂ عشاق سے دمبدم چھوڑے ہے منہ سے دود قلیاں چھوڑ کر
دل تو لگتے ہی لگیگا حوریانِ عدن سے باغِ ہستی سے چلا ہوں ہائے پریاں چھوڑ کر
گھر سے کبھی واقف نہیں آ سکے کہ جسکے واسطے بیٹھے ہیں گھر بار سب ہم خانہ ویراں چھوڑ کر
وصل میں گر ہووے مجھکو رویتِ ماہِ رجب روئے جاناں ہی کو دیکھوں مطلعِ قرآں چھوڑ کر

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدرِ سخن
کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر
کیا ڈھونڈھے وحشتِ گم شدگی میں مجھے کہ ہے عنقا مرے سراغ سے دور اور شکستہ پر
اس مرغِ ناتواں سے حسرت جو رہ گیا مرغانِ کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر
ساقی بطِ شراب کے تجھ بن پڑی ہوئی خم سے الگ ایاغ سے دور اور شکستہ پر
خود اڑ کے پہونچے نامہ جو ہو مرغِ نامہ بر اس شوخ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر

کرتا ہے دل کا قصد کماندار تیرا تیر　　پر ہے نشانِ داغ سے دور اور شکستہ پر

اے ذوقؔ میرے طائرِ دل کو کہاں فراغ
کوسوں ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

اشعار متفرقات ردیف رای مہملہ

شرحِ بخت برگشتہ گر کروں رقم پھر کر　　تیر بازگشتی ہو ہاتھ میں قلم پھر کر

تو نے گل کو سر پہ رکھا جب چمن میں توڑ کر　　میں بھی حاضر ہوں کہا غنچے نے منہ پھوڑ کر

وہ کہے کون ہے قربان مری اس چتون پر　　میں کہوں میں تو کہے میں کے چھری گردن پر
تیرے دندان مسی زیب کی دیکھی جو بہار　　اوس سی پڑ گئی گلشن میں گلِ سوسن پر

بعد مردن آپکے رونے کو سنکر گور دور　　جیتے ہی جی کہتے ہو صورت تری در گور دور

رہ کشِ بالِ ہما ہیں اُن کے آگے بڑھ کے پر　　لگ گئے جن طائروں کو تیرے تیر ونکے پر
اُنکو لیکر عرشِ اعظم پر اڑاتے ہیں پرند　　کیا غضب لائیں ہیں پھیلائے ہوئے تیر ونکے پر

بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈالکر　　ایما ہے یہ کہ بھیجو دو آنکھیں نکال کر

اے دل وہ سرِ غمزہ پنہاں عیاں نکر　　آنکھوں سے دیکھ اور زباں سے بیاں نکر

آہ جو نکلیں دود دل جو نکالوں تو وہ کہے — اے تفتہ جاں ہوا ہو یہاں لئے دھواں نکم

اشعار متفرقات ردیف سین مہملہ

مجھ میں کیا باقی ہے دیکھے ہی جو تو آنکے پاس — بدگماں وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس
چمن سے بعد ہمیں جیسے سین و قاف قفس — قفس میں بند ہیں ہم مثل فائے ناف قفس

ردیف صاد مہملہ

سب مذاہب میں یہی ہے نہیں اسلام میں خاص — کہ جہاں عام ہی ہوتا ہے وہاں عام میں خاص
ساغر دل کی تو واقف نہیں کیفیت سے — دیکھ عکس رخ ساقی ہے اسی جام میں خاص
خضر باتیں ہیں کہ ہے چشمۂ حیواں جاں بخش — ہے یہی خاصیت اوسکی لب دشنام میں خاص
شخص جتنے ہیں نزدیک وہ خاصان خدا — خدمتی انکے ہیں جو زمرۂ خدام میں خاص
کام دل رات ہی عاشق کا ترے ناکامی — کہ دیا تو نے لگا اسکو اسی کام میں خاص
عشق کا جوش ہے جب تک جوانی کے ہیں دن — یہ مرض کرتا ہے شدت نہیں ایام میں خاص

ذوق اسماء الٰہی ہیں سب اسم اعظم
اس کے ہر نام میں عزت ہے نہ اک نام میں خاص

ردیف ضاد معجمہ

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض — ہاتھ ملتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

سراپا پاک ہیں دھو کے جنھوں نے ہاتھ دنیا سے   نہیں حاجت کہ وہ پانی بہائیں سر سے پاؤں تک

مزہ اتنا ہی ذوق افزوں ہو جتنے زخم افزوں ہوں
نہ کیوں ہم زخم تیغ عشق کھائیں سر سے پاؤں تک

صفحۂ دہر پہ یکدل نہوا ایک سے ایک   دل کے دو حرف ہیں وہ بھی ہیں جدا ایک سے ایک

ردیف لام

پھنسے نہ حلقۂ گیسوئے تابدار میں دل   بلا سے گر ہو نوالہ دہان مار میں دل
بغل میں جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے   نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی کنار میں دل
نکل نہ جائے دل اضطراب سینہ سے   برنگ شعلہ کہیں آہ شعلہ بار میں دل
ہمیشہ روزن سینہ سے کیوں ہے چشم براہ   اگر نہیں کسی مہوش کے انتظار میں دل
ترا سنگار بھی ہے وہ بلا کہ جائے گھر   پروئے زلف مسلسل کے تار تار میں دل
اوڑیگا مثل شرر ٹکڑے ہو کے سنگ مزار   رہا اگر یونہیں گرم تپش مزار میں دل
برنگ غنچۂ پیکان و غنچۂ تصویر   نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار میں دل
فلک کے رنگ سے ظاہر ہے ماتمی آثار   خوش اپنا کیونکہ ہو اس نیلگوں حصار میں دل
برنگ بیضۂ نوروز توڑے دل اسنے   ہزاروں ایک ہمارا ہے ایک قطار میں دل
ہزار دشمن جاں سے ہے ایک دوست برا   جو پوچھو کون ہے سو میں کہوں ہزار میں دل
نہوتیں خلد میں حوریں تو رہتا خلد میں کون   لگے ہے صحبت خوبان گلعذار میں دل
یہ جسم زار ہے یا میرے پیرہن میں دل   گرہ ہے تار میں یا میرے جسم زار میں دل

اٹھا تو لائے مجھے میرے ہمنشیں اے ذوق
رہیگا میرے عوض میرا کوے یار میں دل

ازل سے یوں دلِ عاشق ہی نور کی قندیل
کہ جیسے عرشِ خدائے غفور کی قندیل

سمجھ وہ ذرّہ بنا گوش نور کی قندیل
تجلی ہے اخترِ صبحِ نشور کی قندیل

ہمارے کعبۂ دل میں ہمیشہ روشن ہے
کسی کی تاب کمالِ ظہور کی قندیل

جہاں بے ثباتِ عشرت جبھی ہوا اسکا فروغ
کہ لٹکے اسمیں سرِ پُرغرور کی قندیل

رہے ہے یوں جوں قمرِ منخسف سدا بے نور
سیاہ بختوں کے بالیں گور کی قندیل

پڑے جو عکس ترا جام میں تو ہو روشن
حبابِ بادہ تجلی سے طور کی قندیل

عیاں ہے یوں مرے روزِ سیاہ میں خورشید
کہ جیسے شب کو نظر آئے دور کی قندیل

سوائے دل کے ہو تا ریخ باغِ خلد سے بھی
کبھی پسند نہ اُس رشکِ حور کی قندیل

اُڑے جو آہ کے ہمرہ نکل کے پارۂ دل
ہو ابر ہوا میں وہ صورت طیور کی قندیل

وہ تیرے ہیں یہ مرے نالۂ قیامت زا
کہ اُنکے رکھنے کو لازم ہے صور کی قندیل

نسیم کیا ہے کہ روضہ میں تفتہ جا نو کلی
ہو گل ہو بادِ آواز، صور کی قندیل

سمجھتا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوق
یہ روشن آپ نے کیوں پیشِ کور کی قندیل

ناتمام

دیوانہ ہوں ترا مجھے کیا کام کہ لوں گل
زیبائش سر کو ہے مرے داغِ جنوں گل

شوخ ٹکڑے ہیں اڑے کیے برنگِ گل صد برگ
کیا دشت نوردی میں کترتا ہے جنوں گل

اُس گل میں بنایا اثر نے لہو کے محبت
سو بار سنگھایا مجھے اُسنے پڑھ پڑھ کے فسوں گل

ہے روشنی نگارۂ دل سوزِ محبت
کافر تو بتا شمع حرم کیونکہ کروں گل

پیکان تو دلدوز ہے سوفار ہے باہر
اُس تیر سے ہے دل میں رواں غنچہ بروں گل

ردیف میم

پابند جوں خال ہیں پریشانیوں میں ہم
یارب ہیں کسکی زلف کی زندانیوں میں ہم

ہوتی نہ یاد زلف تو خطِ شکستہ میں
لکھتے الف خطوں کی نہ پیشانیوں میں ہم

زنجیر میں بھی نالۂ زنجیر کی طرح
جوشِ جنوں سے رہتے ہیں جولانیوں میں ہم

پائی نہ تیغِ عشق سے ہمنے کہیں پناہ
قربِ حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم

دوزخ بھی جائے نعرۂ ہل من مزید بھول
لائیں جو آہ کو شررافشانیوں میں ہم

پاکوبیوں کو مژدہ ہو زنداں کو ہو نوید
پھر ہیں جنوں کی سلسلہ جنبانیوں میں ہم

تم بھی نہیں جگر پہ رہے اسقدر رہے
سرگرم سوزِ عشق کی مہمانیوں میں ہم

مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا
جوں خط سرنوشت ہیں پیشانیوں میں ہم

ہیں آئنہ میں صورتِ تصویرِ آئنہ
آئینہ رو کے سامنے حیرانیوں میں ہم

ہو وہ عزیز سورۂ یوسف سے بھی جدا
رکھدیں تری شبیہ جو کنعانیوں میں ہم

کیا جانیں ہم زمانہ کو حادث ہے یا قدیم
کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہیں فانیوں میں ہم

کیوں جی کے ہجر میں ہوئے شرمندہ یار سے
اب مر رہے ہیں اسکی پشیمانیوں میں ہم

پوشیدہ اِن نگاہوں میں سرخوش ہیں اے ندن
شرب الیہود کرتے ہیں نصرانیوں میں ہم

سینہ کا چاک سینے کی فرصت کہاں کہ ہیں
مصروف زخمِ دل کی نمکسانیوں میں ہم

بیہم کدورتِ دلِ صیاد گر نہ ہو
کیا کیا اڑائیں خاک پرافشانیوں میں ہم

دکھلائیں روزِ حشر کو بین السطور سے
اپنے سیاہ نامہ کی طولانیوں میں ہم

جا سکتے ضعف سے نہیں کوچے میں اسکے ذوق
بہجائیں کاش گریہ کی طغیانیوں میں ہم

شمع نازاں نہو اک رات بہا آنسو گرم
برسوں یاں آنکھ سے اٹھا ہی مری لو ہو گرم

بل بے اے آتش غم دل کو کرے یہ تو گرم
کہ زمیں پشت سمک تک ہو تہ پہلو گرم

لطف بوسہ نہ رہا ہم پہ ہوا جب تو گرم
شربت قند دیا کر کے پر آتش خو گرم

تن رہا یوں ہی تپ غم سے اگر گرم مرا
سیخ آہن کی طرح ہونگے بدن پر مو گرم

نیشتر چلنے نہ جوں کشتۂ فولاد ہو خاک
نکلے ہے آتش سودا سے مرے لو ہو گرم

کٹ کا صیاد محبت کا نہ قاتل سے گلا
اس نے پتھر پہ یہ رگڑا کہ ہوا چاقو گرم

آتش دل سے پس از مرگ بہ رنگ شعلہ
خاک عاشق سے نکلتا ہے گل خود رو گرم

مہوشن بل بے ترے حسن مہتاب کی تاب
رخ سے گرم آئنہ ہو آئنہ سے زانو گرم

کیا کہوں نامۂ جانسوز کی اپنے تاثیر
جل گیا بس یہ کبوتر کا ہوا بازو گرم

سر مجمر در رخ کو جھکا کے گیا وہ اور میں
چونکا اس وقت کہ جب منہ پہ بہا لوہو گرم

دست خورشید کی رعشہ سے سپر جانے چھوٹ
کھینچ کے تیغ کو جب ہو وہ ہلال ابرو گرم

دل عاشق کے جلانے کا ہے سارا ساماں
ہیں یہ شعلہ ہے تری رنگ بھبوکا رو گرم

کونسا سوختہ جاں صبح سے ہے گرم فغاں
کہ ہوا آتی ہے کوچے سے ترے گلرو گرم

ہم تو سمجھے تھے سدا اکل حموضی یار دو
ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش ابرو گرم

ردیف نون

ہے یار رو کر یہ عید شب غم سے کم نہیں
جام شراب دیدۂ پر نم سے کم نہیں

دیتا ہے دور چرخ کے فرصت نشاط
ہو جس کے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں

اس زلف نقش ناز کے لیے اے مسیح دم
کچھ دست شانہ پنجۂ مریم سے کم نہیں

ترپا ہے رونے زرد پہ کیا اشک لالہ گوں
اپنی خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں

مردار ہیں وہ طائرِ سدرہ ہی کیوں نہوں — تیز نگاہ یار کے جو دور زد سے ہیں
خورشید دار دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ — روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہیں
وہ مست ہوں کہ رکھتے قدح کش تیمناً — بنیاد میکدہ مری خشت لحد سے ہیں
جان دادگانِ عشق سے پوچھو رہِ فنا — اسمیں جناب خضر ابھی نابلد سے ہیں
چشم ثمر ہے سرو سے انکو جو ہیں وقوف — رکھتے امید دوستی اس سرو قد سے ہیں
دشنام دو کہ بوسہ خوشی پر ہے آپ کی — رکھتے فقیر کام نہیں رد و کد سے ہیں
بر ہیں تنک دلوں کے ہو گر خرقۂ فقیر — سمجھو کہ کرتے برف کی پوشش نمد سے ہیں
وہ ایک دم کہ جسمیں میسر ہو وصل یار — بہتر سمجھتے ہم اسے عمر ابد سے ہیں
جلتے ہیں یاں مزے روشِ نشۂ شراب — ہو جاتے بدمزہ ہیں جو بڑھ جاتے حد سے ہیں
ہر چند ناتواں ہیں مگر رکھتے دل قوی — ہم عشق کی کمک سے جنوں کی مدد سے ہیں
حیا ان لباسیوں کے نہ ظاہر لباس پر — عاری عبائے ہوش و قبائے خرد سے ہیں
محفوظ ہیں جو رکھتے درِ عشق قدر پر — ابجد کا قفل قاعدہ اب وجد سے ہیں

دل کے ورق پہ ثبت ہیں صد مہر داغ عشق
ہم کرتے ذوقِ عشق کا دعویٰ سند سے ہیں

بلائیں آنکھوں سے انکی مدام لیتے ہیں — ہم اپنے ہاتھوں کا مژگاں سے کام لیتے ہیں
ترے خرام کے ہمرہ ہیں جتنے ہیں فتنے — قدم سب آنکے وقتِ خرام لیتے ہیں
شبِ وصال کے روزِ فراق میں کیا کیا — نصیب مجھسے مرے انتقام لیتے ہیں
ترے اسیر جو صیاد کرتے ہیں فریاد — تو پھر وہ دم ہی نہیں زیرِ دام لیتے ہیں
جھکا ہے سرِ تسلیم ماہِ نو پر وہ — غرورِ حسن سے کسکا سلام لیتے ہیں
ترے قتیل بتائے نہیں مجھے قتال — جب انسے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہیں
ہم انکے زور کے قابل نہیں ہیں وہ شہ زور — جو عشق میں دلِ مضطر کو تھام لیتے ہیں

نہ فقط قمر ہی نہ داغی غلام ہے اُنکا   وہ مول ایسے ہزاروں غلام لیتے ہیں

ہمارے ہاتھ سے لے ذوق وقت مینوشی
ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہیں

آہ دود دل سے ہے یہ تاریکی مرے غمخانے میں   شمع ہے اک موزنِ گم گشتہ اس کاشانے میں
شیخ میں ہوں وہ خشتِ کہن مدت سے اس ویرانے میں   برسوں مسجد میں رہا برسوں رہا بتخانے میں
ہائے مستی و ناآشنائی وحشت و بیگانگی   یا تری آنکھوں میں دیکھی یا ترے دیوانے میں
میں وہ کیفی ہوں کہ پانی ہو تو بجھائے نشہ   جوش کیفیت سے مرے خاک کے پیمانے میں
عشق کو نشو و نما منظور کب ہے ورنہ سبز   تخم اشکِ شمع ہو خاکسترِ پروانے میں
ہائے برق خرمن سوز دانائی ہے نافہمی تری   ورنہ کیا کیا لہلہاتے کھیت ہیں ہر دانے میں
ناکس نزاکت سے ہی دیکھو اتحادِ حسن و عشق   زُلف واں شانے نے کھینچی درد اٹھا یاں شانے میں

ایک پتھر چومنے کو شیخ جی کعبے گئے
ذوق ہر بت قابلِ بوسہ ہے اس بتخانے میں

رکھتا زبسکہ جیفۂ دُنیا سے ننگ ہوں   پارس بھی ہو تو جانتا مُردار سنگ ہوں
ہوں وہ شگفتہ دل کہ دوزخ میں سنگ ہوں   آہن کی طرح آگ میں بھی لالہ رنگ ہوں
جو ہے سو پہلے میرے اُٹھانے کی فکر میں   محفل میں اُسکی کیا کوئی چوسر کا رنگ ہوں
منظور مجھکو خیسدا مرے دل کو اضطراب   دل میرا مجھسے تنگ ہے میں اس سے تنگ ہوں
پروانہ میں نہیں تو نہیں پر ہوں شعلہ ذوق   گاہی کبھی ہوں تو خالِ دہانِ تفنگ ہوں

مے ملا کر ساقیانِ سامری فن آب میں   کرتے ہیں جادو سے اپنے آگ روشن آب میں
زلف اُنکی فرش کو دھوئے گر وہ پُرفن آب میں   ہو بجائے موج پیدا مارِ رہزن آب میں
چشمۂ آئینہ میں کب ٹھہرا پارے نگاہ   اسطرح جاتے ہیں پھیلا پاکدامن آب میں

پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کہیں مردوں کا منھ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

صحبتِ صافی دلاں سے ہوں مکدر تیرہ دل
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے آئینہ آب میں

اب بھی گریہ سے مجھے فرصت نہیں فوارہ وار
گو کہ میں ڈوبا کھڑا ہوں تا بگردن آب میں

واس قلیاں میں رکھا ہے اُسنے ابر مُردہ کو
ڈوب مر رو رو کے تو لے برہمن آب میں

دیکھنا آبی دوپٹہ منھ پہ اُسکے وقتِ خواب
برجِ آبی میں ہے مہ یا مہر روشن آب میں

میں وہ ہوں تفسیدہ دل کر دیا اک دریا کو [illegible]
گر پڑے گر ذرہ میری خاکِ مدفن آب میں

یوں رہا میں زندگی بھر تشنۂ دیدارِ یار
جیسے مستسقی کا دم ہوتا ہے بر دل آب میں

سایۂ سروِ چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
اژدہا بن بن کے [illegible] رشکِ گلشن آب میں

وعدہ ہے آنیکا اُسکے ابر کھل جائے تو آئے
ڈالتا ہوں وسمہ اُٹھ اُٹھ کے روغن آب میں

خط کو ہم لکھنے جو بیٹھے آنکھ سے [illegible] ٹپکا
بہ گیا خط لکھتے لکھتے مشفقِ من آب میں

اس گلستانِ جہاں میں کیا گلِ عشرت نہیں
سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں

علم جسکا عشق اور جسکا عمل وحشت نہیں
وہ فلاطوں ہی تو اپنے قابلِ صحبت نہیں

خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں
پر ہمارے واسطے یاں منزلِ راحت نہیں

بسملِ تیغِ محبت کا لبِ ہر زخمِ دل
ہوتا وا ہے شور و واویلا و واحسرت نہیں

منھ میں گر پانی چوائے یار اپنے ہاتھ سے
مرگ کی تلخی سے شیریں تر کوئی شربت نہیں

ہے نوشتے میں ترے بیمار کے صحت کہاں
جسکے نسخے میں دوا کی لفظ کو صحت نہیں

کھا کے زخمِ تیغِ قاتل جو بجا لائے نہ شکر
کوئی بھی اُس سے زیادہ کافرِ نعمت نہیں

خاک ہو کر بھی فلک کے ہاتھ سے ہم کو قرار
ایک ساعت مثلِ ریگِ شیشۂ ساعت نہیں

فائدہ [illegible]
روز کے پیچھے بسمل قدمی مگر رخصت نہیں

[illegible]
ہوں اگر اک عرصۂ میداں تو کچھ وسعت نہیں

ایک دل اور اُسپر اتنے بار غم اللہ رے دل
اور اس طاقت پہ ایسا کوئی بے طاقت نہیں

ذوق اس صورتکدہ مین ہین ہزاروں صورتین
کوئی صورت اپنے صورتگر کی بے صورت نہیں

وقت پیری شباب کی باتیں
ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

اُسکے گھر لیچلا مجھے دیکھو
دل خانہ خراب کی باتیں

واعظا چھوڑ ذکر نعمت خلد
کر شراب و کباب کی باتیں

حرف آیا جو آبرو پہ مرے
ہیں یہ چشم پُرآب کی باتیں

یاد ہیں مہ جبیں کہ بھول گئے
وہ شب ماہتاب کی باتیں

تجھکو رسوا کرینگی خوب اے دل
تیری یہ اضطراب کی باتیں

جاؤ ہوتا ہے اور بھی خفقان
سُنکے ناصح جناب کی باتیں

جام مے لب سے تو لگا اپنے
چھوڑ دو شرم و حجاب کی باتیں

سنتے ہیں اسکو چھیڑ چھیڑ کے ہم
کس مزے سے عتاب کی باتیں

دیکھ اے دل نہ چھیڑ قصۂ زلف
کہ ہیں یہ پیچ و تاب کی باتیں

ذکر کیا جوش عشق میں اے ذوق
ہم سے ہوں صبر و تاب کی باتیں

ہاتھ آئیں اپنے غمزہ جو سر کو توڑ دوں
آئینۂ خیال نگار کو توڑ دوں

میں کاٹ دوں پہاڑ کو چھیڑ کو توڑ دوں
پیوند کہ غیر سے بت کافر کو توڑ دوں

کیا دور جام ہو جو کہے مہر دور چرخ
کر خاک پر بکھیرے تو میں ساغر کو توڑ دوں

راہ جنوں میں جلد اُٹھاؤں جو میں قدم
پائے رفیق و ہمت و رہبر کو توڑ دوں

کیا دشمنی ہے اہل کرم سے کہے ہے چرخ
یا تنگ جھکاؤں شاخ ثمر ور کو توڑ دوں

ساقی لڑائیوں سے تری چاہتا ہے جی
باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دوں

احسان ناخدا کے اٹھائے مری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

سر موج بحر عشق کو ہیں ہاتھ پاؤں بے زور
کہتی ہے دست و پائے شناور کو توڑ دوں

نازک کلامیاں مری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

پھر اس مژہ کو یاد کرے دل تو میں ذوق
نشتر چبھو کے میں سر نشتر کو توڑ دوں

نہ چھوڑا تار وحشت نے ہمارے جیب و داماں میں
مگر تار نفس سینہ میں سمجھو یا گریباں میں

کوئی ڈھونڈے سکندر دل کو ہجوم داغ سوزاں میں
ملے کھوج ایک پروانہ کا کیا اتنے چراغاں میں

سکے ہی جائیو اے دل شکایت تشنہ کامی کی
رہے آب اسکے جبتک تیغ میں خنجر میں پیکاں میں

ہدف ہے تیر کا اسکے گل ہر داغ دل میرا
ہمیشہ آب پیکاں سے ہے شبنم اس گلستاں میں

جو لذت آشنائے مرگ ہوتا خضر تو ہرگز
نہ پیتا آب حیواں ڈوب مرتا آب حیواں میں

آج انسے مدعی کچھ مدعا کہنے کو ہیں
پر نہیں معلوم کیا کہوینگے کیا کہنے کو ہیں

وصف چشم اور وصف لب اس یار کا کہنے کو ہیں
آج ہم رمز و اشارات و شفا کہنے کو ہیں

ہیں دہن غنچوں کے وا کیا جانیں کیا کہنے کو ہیں
شاید اسکو دیکھکر صل علیٰ کہنے کو ہیں

ہیں ترے ہاتھوں کے قربان واہ کیا مارے ہیں تیر
سب دہان زخم تجھکو مرحبا کہنے کو ہیں

وہ جنازے پر مرے کسوقت آئے دیکھنا
جبکہ اذن عام میرے اقربا کہنے کو ہیں

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوں میں
ہوں اس طرح جہاں میں کہ گویا نہیں ہوں میں

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں
میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں

اس در پہ شوق سجدہ سے فرش زمیں ہوں میں
مانند سایہ سر سے قدم تک جبیں ہوں میں

تارا سا تہ پہ ہوں میں کنوئے کی برنگ آب
نام آسماں پہ میرا ہے زیر زمیں ہوں میں

ہوں طائر خیال نہ پر ہیں نہ میرے بال
پر اوڑ کے جا پہونچتا کہیں سے کہیں ہوں میں

غم نامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہیں
ہے شور الغیاث صریر قلم نہیں

گو اضطراب دل کو بیاں کرتے ہم نہیں
پر جو نگاہ ہے رگ بسمل سے کم نہیں

ہے لوث خبث زر سے یہ دامن ہمارا پاک
گر چھینٹ بھی پڑی تو بحد درم نہیں

ہے ضبط پیچ و تاب کہ میرے سر مزار
گیسوئے دود شمع میں بھی پیچ و خم نہیں

منصوبہ ہارنے کا مرے کرتے ہیں حریف
اور مجھ میں مثل بازی شطرنج دم نہیں

سر بازِ عشق کے لئے دار الامان کہاں
محفوظ قطع سے سر شمع حرم نہیں

گزرتی عمر ہے یوں دورِ آسمانی میں
کہ جیسے جائیے کوئی کشتی بخوابی میں

رکاؤ خوب نہیں طبع کی روانی میں
کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی میں

وفورِ اشک اگر یہ درجہ ہو اپنا
فلک برنگ گل نیلوفر ہو پانی میں

کہانیاں ہیں حکایات خضر و آب بقا
بقا کا ذکر ہے کیا اس جہان فانی میں

نہیں خضاب سے مطلب نہیں یہ موئے سفید
سیاہ پوش ہوئے ماتم جوانی میں

وہ سیدھے گھر کو سدھارے اور ان کی کج نگہی ہم
پھرے بھٹکتے ہوئے کوئے بدگمانی میں

سپہر دل کے کہو دیکھیں عین ابروئے یار
کہ جوہر ایسے کہاں تیغ اصفہانی میں

ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ بقا میں بقا
حباب وار ہوں میں آب زندگانی میں

بجز نثار علی شاہ کون جانے ذوق ∴ ∴
تری زبان کا مزہ تیری شعر خوانی میں ∴ ∴

تو کہے غنچہ کہ اس لب پہ دھڑی خوب نہیں
چپ کہ منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہیں

سامنے سے مرے ٹلتا نہیں ناصح جب تک
مغز کھاتا مرا دو چار گھڑی خوب نہیں

فتنہ سرکش ہے ابھی تک کہ تری آنکھوں سے
دست مژگاں سے کوئی دھول جڑی خوب نہیں

خنجر چرخ سے تیغ ستم عشق کی کیا منہ ہے ترا
بوالہوس تجھ پہ کوئی ضرب پڑی خوب نہیں

خوبرویوں سے بہت آنکھ لڑی پر افسوس

صوفی ہا ہو کہ ہو کیش قاتل مرے دونوں ہیں
پر مذہب و مشرب سے غافل مرے دونوں ہیں

مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آتے ہیں
یہ وفا پوچھے ہے کیا دیر سے لیجاتے ہیں

میں ہوں وہ جگر خون کہ مسامات بدن سے
گر خون بھی نکالوں شفقی رنگ نکالوں

کہتی ہے ماہی بریاں کہ دبیران قضا
داغ دیتے ہیں اُسے جسکو درم دیتے ہیں

جس جگہ بیٹھے ہیں بادیدۂ نم اوٹھے ہیں
آج کس شخص کا منہ دیکھ کے ہم اوٹھے ہیں

کہتے تھے آئیں تو خاطر سے ہماری پرسوں
ہوئی برسوں سہوئی پر وہ تمہاری پرسوں

یہ طوق اسواسطے چھوٹا ہوا قمری کی گردن میں
کہ تھا بلبل کی قسمت کا پڑا قمری کی گردن میں

زاہد گمراہ کے کسطرح میں ہمراہ ہوں
وہ کہے اللہ ہو اور میں کہوں اللہ ہوں

ہائے کل سب آشنا تیرے مریض عشق کے
تھے علاج ضعف دل اور ضعف تن کی فکر میں

آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں با چشم پُر آب
گاہ تدبیر لحد میں گہ کفن کی فکر میں

رخصت جو ہمسے ہو کر جائے وہ اپنے گھر میں
گھبرا کے پہنچتے ہم وہاں اسنے پیشتر ہیں

ردیف واؤ

دانہ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہمکو
آئے ہے جز میں نظر کل کا تماشا ہمکو

اس بلندی پہ دیا عشق نے پہونچا ہمکو
کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہمکو

ہم وہ مجنون ہیں کہ دل اپنا ہے صحرا ہمکو
اور جوں خیمۂ لیلیٰ ہے سویدا ہمکو

اُس نے خط جو قلم سُرمہ سے لکھا ہمکو
لکھا ایسا ہے خموشی ہے سویدا ہمکو

رکھ یکدر بس اب اسے چرخ نہ اتنا ہمکو
تم نے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہمکو

شوق کشتی میں ہے گلگشت چمن کا ہمکو
چاہیئے جائے عصا گردن مینا ہمکو

ہو دیگا کشتی طوفان زدہ تابوت اپنا
آگیا اپنے اگر مرنے پہ رونا ہمکو

بستگی دل کو ہے کیوں اُس گرہ زلف کے ساتھ
کیا سبب کچھ نہیں کھلتا یہ معما ہمکو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ گرد رم آہو کیطرح
بھاگے ہے دوری سے دیکھ کے صحرا ہمکو

کس سے تدبیر درستی ہو ہماری جوں زلف
کہ شکستوں نے بنایا ہے سراپا ہمکو

جا بجا نام تو جوں نقش قدم چھوڑ گیا
خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈنے عنقا ہمکو

اور جدھر دکھاں ہو نہوا اے حضرت دل
درد اب تمکو ہمارا ہو تمھارا ہمکو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہی وہ مست
کیا بنایا تھا ہتھیلی کا پھپھولا ہمکو

اثر کفر ہے طاعت سے بھی اپنے پیدا
نقش سجدہ کا ہے پیشانی پہ ٹیکا ہمکو

نخل خرما کی طرح باغ محبت میں ملا
کثرت زخم سے اک خلعت زیبا ہمکو

ایک دم تنگ وہ آئے تھے بغل میں یا ہم
غم دوری سے کیا تنگ ہے کیا کیا ہمکو

تن سے کیا جان کہ جان اپنی نکلنے پائے
ہو گئی شب ہے ترے آنے کا بھروسا ہمکو

آن پہنچی سر گرداب فنا کشتی عمر
ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہمکو

ہو سکے لاغری و ضعف کہاں مانع شوق
تری جانب ہے پر پرواز ہیں اعضا ہمکو

ہم گئے جسکی طرف جوں گل بازی آتش
پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہمکو

رشک تھا اپنے نوشتے میں کہ اُس نو خط نے
خط لکھا غیر کو اور نکتوں کے بھیجا ہمکو

ہر قدم پاؤں نہیں سر رکھتے ہیں خار سر دشت
اے جنوں تو نے تو کہاں سو نہیں گھسیٹا ہمکو

کرتے جوں کوہ نہیں ہم تو سخن میں سبقت
پر وہ کچھ ہمسے سنیگا جو کہے گا ہمکو

اپنا ہے کعبۂ مقصود فقط کوے دل
طوف گرداب صفت چاہیئے اپنا ہمکو

لگ گئی آنکھ جو سو وے ہیں تو ہیں الفو نکے
شب سیاہی نے کئی بار ڈبایا ہمکو

حرف تلخ اُس لب شیریں سے ہر اک بات آیا
ناصحا سنتے ہیں ہم کچھ تو ہے میٹھا ہمکو

خاک سے کیونکہ ہماری گل رعنا اُگے
کہ کسی گل کی دو رنگی نے ہے مارا ہمکو

ایکدم عمر طبیعی ہے یہاں مثل حباب
فکر امروز نہ ہے نہ غم فردا ہمکو

جتنے عاشق ہیں بہم ایک کا ہے ایک عزیز
شمع سے چاہیئے ہے خون کا دعویٰ ہمکو

کیا ستم ہے کہ پئے قطع رہِ عشق فلک — اَرّہ سان دیتا ہے دندانِ عوض پا ہمکو

دل مین تھے قطرۂ خون چند سو مانند انار — نرہے وہ بھی جب اُلفت نے نچھوڑا ہمکو

ملگئین خاک مین جو صورتین ہے اُنکا خیال — کیون نہ فانوس خیالی ہو بگولا ہمکو

ہم وہ ہین وحشی لاغر کہ چھپا لیتی ہے — زیرِ دامن نگہ آہوئے صحرا ہمکو

ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اُسکی تو زلفون کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھکو قلق یا ہمکو

آسمان اور وہ انسان بنانا ہمکو — خاک مین تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہمکو

قیس کیون کرتے ہو فتراک سے باندھا ہمکو — چھوڑ ہونے دے تڑپکر ابھی ٹھنڈا ہمکو

دل شکستہ مگر اوس یار نے سمجھا ہمکو — خط بھی جو خط شکستہ ہی سے لکھا ہمکو

باعث رشک ہوا عشق ہمارا ہمکو — تجھ بن دیکھے ہے غش جسنے کہ دیکھا ہمکو

کر دیا گریہ نے آخر سبک ایسا ہمکو — لیگئے اشک بہا جون کفِ دریا ہمکو

اسپہ مرتے ہیں کہ کیون غیر کو تو نے مارا — وہ نصیب اُسکو ہوئی تھی جو تمنا ہمکو

ہے وہی خنجر لبھائے جراحت پس قتل — کس لب تیغ کے بوسے کا ہے لپکا ہمکو

ہم وہ ہین گرم رو راہِ وفا جون خورشید — سایہ تک بھاگ گیا چھوڑ کے تنہا ہمکو

خال سرمہ کا تمھیں چاہیئے زیبائش کو — اختر سوختہ ہے اپنا ہی زیبا ہمکو

یہ تو یون مضطرب اور سینہ مین لاکھوں روزن — دل کا رہتا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

پنبۂ مژگان سے لہو ہوکے جگر آخر کار — ایک مدت سے اسی ٹپکے کا ڈر تھا ہمکو

خط تو ام سے لکھو گور پہ تاریخ وفات — کہ رہی وصل کی تا مرگ تمنا ہمکو

کون علیحدہ تھا خاک سر کو پہ تیرے — خواب شب بستر مخمل پہ نہ آیا ہمکو

جسکی آواز سے ہوں رہ گئے سو ہانکے کھڑے — وہ محبت نے دیا سلسلہ پا ہمکو

اک حلاوت ہی عداوت مین بھی اس ظالم کی — کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہمکو

دیکھا آخر کو نہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے
ہم بھرے بیٹھے تھے کیوں آپ نے چھیڑا ہمکو

ٹپکے ہے جائے عرق ہر بن مو سے پیکاں
یہ ہدف کس نے کیا تیر جفا کا ہمکو

ہمسفر ہو نسکا کوئی بھی اپنا لیکن
جادہ پہونچانے گیا تا لب دریا ہمکو

ہم وہ ہیں رند کہ اس عالم پیری میں بھی ہے
الفت میخانے سے جوں پنبۂ مینا ہمکو

سنگدل تیرے دن اب کے رہیں کچھ بھاری ہیں
ہے سو ہم میں ترے آنے کا جو دھڑکا ہمکو

تو ہنسی سے نہ یہ کہہ مرتے ہیں ہم بھی تجھ پر
مار ہی ڈالیگا بس رشک ہمارا ہمکو

پھرتے ہی آنکھ کے پھیرینگے گلے پر خنجر
ہو چکا آپ کا معلوم ہے ایما ہمکو

گرمی تب سے ہوا سوز درون جو افشاہ
آگیا مارے خجالت کے پسینا ہمکو

حسرت اے خواری وحشت کہ گریبان کا تار
ہو گیا ضعف سے تار رگ خارا ہمکو

کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہمنے
ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہمکو

نہ اٹھیں شور قیامت سے بھی وہ مست ہیں ہم
کہے جبتک کہ نہ قم قم لب مینا ہمکو

ہم ترے کوچے میں بس اب کرینگے یا رب تجھ سوا
سر پہ پھرتا ہے لئے آبلہ پا ہمکو

وصل کا اسکے تصور جو بندھا رہتا ہے
تو ہم نے ہجر میں بھی آتے ہیں [illegible] ہمکو

واہ قسام ازل صدقے ہم اس قسمت کے
جام عشرت آسکے اور داغ تمنا ہمکو

دل میں نشتر نگہ یار کا آہی کھٹکا
وہی پیش آیا جو مدت سے تھا کھٹکا ہمکو

قطعہ

رہی ہر طرح سے ہے صیاد کی کبوتر کی طرح
ہاتھ سے اس [illegible] دیکھا پڑا ہمکو

صید ہی ہیں نہ فقط [illegible] کا کچھ [illegible]
صلح بھی ٹھہری تو [illegible] کا ہی سکے چھوڑا ہمکو

ذوق یا [illegible] طفلاں ہے سرا سر یہ زمیں ؛
ساتھ لڑکوں کے پڑا کھیلنا گویا ہمکو ؛

کتابِ محبت میں اے حضرتِ دل بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو
کہ جب آنکر تمکو دیکھا تو وہ ہی لیے دستِ افسوس کے دو ورق ہو

کہو دونوں آنکھوں کے طبقے یہ روشن کہ ہو ایک رشکِ مہ چار دہ تم
سُنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے منوّر بیک جلوہ چودہ طبق ہو

یہ کشتوں کا اوس مانگ کے یاں پتا ہے کہ اُن تیرہ بختوں کے مرقد پہ کوئی
اگر سنگ موسیٰ کا تعویذ رکھدے تو رکھتے ہی اس درمیان سے وہ شق ہو

مری زندگی تھی ابھی اے ستمگر مسیحائی جو کر گئی تیری ٹھوکر
کہ ٹھکرایا تو نے تو یوں تھا سمجھکر نکلجائے جان کچھ جو ستد رمق ہو

اگر رشکِ گلشن نہو مجھسے باہم تو گلشن میں ہووے یہ مستی کا عالم
چٹکنا ہو غنچوں کا آوازِ ضیغم چمن مجھکو اک وادیِ لق و دق ہو

اگر زخم سینے سے پھاہا اٹھاؤں تو خورشیدِ محشر کو تپ سی چڑھاؤں
وگر پنبہ داغِ دل کو دکھاؤں تو صبحِ قیامت کا منہ دم میں فق ہو

یہ بحرِ قوافی غزل کے بدلکر رقم اک غزل کر کہ اے ذوق جسمیں
نہو لفظ مغلق نہ تعقید مطلق جو فی الجملہ کچھ ہو تو مضمون ادق ہو

غزل دیگر

جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے گر اسمیں زلفِ سرکش ہو
پھر زلف ہے وہ دستِ موسیٰ جسمیں اخگرِ آتش ہو

اے قاتلِ حلق بریدہ سے اک شعلۂ دل جو سرکش ہو
تو روشن حلقۂ جیب سے اپنے دیکھ تنورِ آتش ہو

پھر تیرا [illegible] ابرال مجھسے خصمت مہوش ہو

نکالوں کس طرح سینے سے اپنے تیر جاناں کو — نہ پیکاں دل کو چھوڑے گا نہ دل چھوڑے گا پیکاں کو
پتھرا دیا جلوے نے ترے چشم صنم کو — چکرا دیا غمزہ نے ترے طوف حرم کو
کیا پوچھتا ہے تو عمل بغض و محبت — چلتا ہوا تعویذ ہے سمجھ نقش درم کو
دیکھا دم نزع دلآرام کو — عید ہوئی ذوق وے شام کو
تم بھی ملکر نہ غرفہ سے نکالا منہ کرو — اور نہیں گر مانتے تو جاؤ کالا منہ کرو
یا تو پایس دوستی تجھکو بت بیباک ہو — یا تجھی کو موت آجائے کہ قصہ پاک ہو
منزل گم گشتگاں بالکل الگ دنیا سی ہو — آسماں بھی ہو اگر وہاں بیضۂ عنقا سے ہو
اشکباری مری مژگاں کی ذرا دیکھیں تو — کتنے پانی میں ہیں فوارے سبھلا دیکھیں تو
چننا ہی نمک تم مرے زخموں میں کھپاؤ — پلکوں سے اٹھاؤ گے نہ ہاتھوں سے گراؤ
تیرے بیمار کو گر اپنے جینے کی تمنا ہو — فلک پہ ہنستے ہنستے شادی مرگ عیسیٰ ہو
چرخ ضدی ہے کوئی ضد نہ دلائے اسکو — گر سنے عود کو غرق تو جلائے اسکو
قیس کیا جنگ نوفل کی تو مجنوں اہل ہاموں کو — کیا دہ تا صبا کھنچوائے شاخ بید مجنوں کو
عبث تم اپنا رکاوٹ سے منہ بناتے ہو — وہ لب پہ آئی ہنسی دیکھو مسکراتے ہو
جاتے ہیں اٹھ کوئے بت لالہ فام کو — اپنا تو بس سلام ہے دار السلام کو
کہے ایک جب سن لے انسان دو — کہ حق نے زبان ایک دی کان دو

ردیف ہائے ہوز

مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ — تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ
دیں کیونکہ نہ وہ داغ الم اور زیادہ — قیمت میں بڑھے دل کی درم اور زیادہ
ساتھ اپنے ہے اب فوج الم اور زیادہ — کر تو بھی بلند آہ علم اور زیادہ
تیز اسنے جو کی تیغ ستم اور زیادہ — مشتاق شہادت ہوئے ہم اور زیادہ

صید دلِ عاشق میں ہے مصروف وہ کافر
بیخوف ہیں اب صیدِ حرم اور زیادہ

گر سر پہ کرے خاکِ خرابات کو صوفی
سوجھیں اُسے پھر لوح و قلم اور زیادہ

اے خنجرِ خونخوار نہ بخشش میں کمی کر
ہاں تجھکو مرے سر کی قسم اور زیادہ

کیا ٹھہرے جتنا کہ وہ چاہت سے گزر کے ہے
اُتنا ہی اُسے چاہا ہیں ہم اور زیادہ

چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے
کیا ہو جو بڑھیں چند قدم اور زیادہ

عشرت ہے اتنی نفس میں عمر کی ہے برق
کیا ہوگا جو ہوگی تپِ غم اور زیادہ

کہتا ہے مرا شوقِ جراحت کہ افسوس
اُس تیغِ دو دم میں نہیں دم اور زیادہ

کیوں ہم نے کہا تجھسا خدائی میں نہیں اور
مغرور ہوا اب وہ صنم اور زیادہ

کہتا ہے گلا لگ کے مرے وہ دمِ خنجر
لے عشق کا ہمدم آ سکے تو دم اور زیادہ

اُس عاشقِ بیچارہ کا ہے آج برا حال
گریہ سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ

پہنچے سرِ بستر پہ بڑا پانوں کہا تنگ
بس پانوں نہ پھیلا شبِ غم اور زیادہ

ہے باغِ جہاں میں تجھے گر ہمتِ عالی
کر گردنِ تسلیم کو خم اور زیادہ

لیتے ہیں ثمر شاخِ ثمرور کو جھکا کر
جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ

جو کنجِ قناعت میں ہے تقدیر پہ شاکر
ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ

اے ذوق وقتِ نالہ کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ
ورنہ جگر کو روئیگا تو دھر کے سر پہ ہاتھ

میں ناتواں ہوں خاک کا پروانہ کے غبار
اُٹھتا ہوں رکھکے دوشِ نسیمِ سحر پہ ہاتھ

خط دیکے دل میں تھا کہ زبانی بھی کچھ کہے
پر اُسنے رکھدیا دہنِ نامہ بر پہ ہاتھ

کھاتا ہے اس مزے سے غمِ عشق میرا دل
جیسے گرسنہ مارے ہے حلوائے تر پہ ہاتھ

متروکات

شیخ نے اگرچہ معنوی اعتبار سے سودا کی تقلید کی تھی لیکن نفوذ اکیب باردہ اور الفاظ سے احتراز کر کے زبان کو خالص اور سلیس بنانیکی خاص کوشش کی تھی۔ ذیل کے نقشہ سے اس کا صحیح پتا چل سکتا ہے۔

الفاظ غلط	الفاظ صحیح	دلیل صحت
توں	تو	اس وقت بھی عام طور پر تو بولا جاتا تھا اصل میں تو درست ہے۔
سیں	سے	،، ،،
اس سیں	اس سے	،، ،،
مجھ سیں	مجھ سے	
تو نیں	تو نے	اصل میں ''نے'' علامت فاعل کی ہے نہ کہ نیں۔
جیوں	جوں	یہ دونوں صحیح ہیں لیکن جیوں کا تلفظ جوں کیطرح ہے اسلئے شیخ نے جوں کا استعمال کیا ہے۔
ان نے	اس نے	اُن ضمیر جمع غائب ہے اس لیئے ''اس'' واحد غائب کی جگہ استعمال درست ہے۔

الفاظ غلط	الفاظ صحیح	دلیل حجت
جن نے	جس نے	جن جمع ہے اور جس واحد اسلئے استعمال درست نہیں
جُھو	جی	جُھو بھاشا میں زیادہ استعمال ہوتا ہے خالص اردو جی ہے۔
تجھ کون	تجھ کو	کون میں نون زائد ہے۔
کسو	کسے	کسے کا استعمال بولنے میں درست تھا متروک ہو چکا تھا۔
لاگا	لگا	

ان کے علاوہ شیخ نے ٹھیٹھ ہندی کے الفاظ۔ بچن۔ اور غیر فصیح الفاظ کٹر کینت۔ ڈپٹ۔ گھونٹ۔ جو سودا اور انشاء کے یہاں کثرت سے مستعمل تھے ترک کر دیئے تھے۔

میر درد۔ سودا نے علامت فاعل "نے" اکثر جگہ ترک کیا ہے مثلاً میں کہا ہونا چاہئے میں نے کہا۔ شیخ نے استعمال کیا ہے۔

الفاظ تئیں کا مناسب استعمال کرے بجائے "کے" ترک کیا ہے۔

لیکن ان پھولوں کے ساتھ شیخ کے گلدستوں میں حسب ذیل کانٹے بھی ہیں۔

اغلاط قافیہ

شیخ نے گوارا اور نادا کا قافیہ پارہ اور بارہ درست سمجھا ہے حالانکہ صحیح نہیں گوارا میں الف اصلی ہے اور بارہ میں "ہ" اصلی ہے لہذا "ہ" اور الف کا قافیہ نہیں ہو سکتا۔ دیکھیے غزل ۔ نام یوں پستی میں بالاتر ہمارا ہو گیا صفحہ ۲۰ و ۲۱

اغلاط الفاظ

کاہے کو بجائے کیوں بھی فصیح اردو میں درست نہیں
آن کر بجائے آ کر بھی صحیح نہیں کیونکہ اصل مصدر آنا ہے نہ کہ آنا۔ "لیک" بجائے لیکن بھی صحیح نہیں اگرچہ جائز ہے۔

اغلاط ترکیب

"یوسف کنعاں" میں مضاف الیہ کنعاں کا نون ظاہر کرنا بھی درست نہیں

"چدر تھا پر نظر لینے پہ نگہبان چڑھا" میں تعقید اور بیان کی کمزوری ہے۔

لوہو بجائے لہو بھی درست نہیں

صفحہ ۳۳ شعر ۳ مصرعہ ۲ میں تا بجھے جانیں کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا" صاحب نظر کو صاحب نظر ہونا چاہیئے تھا۔ اس میں بھی اضافت درست نہیں۔ اسی طرح ہنگامہ گرم میں بھی علامت اضافت ہونی چاہیئے تھی۔

صفحہ ۳۳ شعر ۱۳ مصرعہ اول میں مردمان کا استعمال اور ترکیب بھی اردو میں درست نہیں۔

یاں واں بجائے یہاں وہاں بجز فصیح ہے۔

نون بجائے نمک مبتذل اور بازاری لفظ ہے۔

لیوے بجائے "لے" بھی درست نہیں کیونکہ اصل مصدر لینا ہے نہ کہ لیوتا

کھڑکائے ہے کھجلائے ہے بجائے کھڑکانا اور کھجلانا ہے غیر فصیح ہے سو بجائے پس و تب بھی فصیح نہیں۔

—·—·—·◇ ❋ ◇·—·—·—